پہلی قسط:

# علم الاقتصاد اور اسلام

از علامہ سید سلیمان ندویؒ

نمبر شمار: ذیلی عنوانات

۱: معاشرتی (سوشل) اصلاح

۲: مساوات نسبی وقومی

۳: مساوات حقوق قانون

اشتراکیت آج کل کی جدید عربی میں سوشلزم کو کہتے ہیں اور سوشلزم کے معتقد اور پیرو کو اشتراکی کہتے ہیں جس کو انگریزی میں سوشیالسٹ کہتے ہیں، علم الاقتصاد سے مراد پولیٹکل اکانمی ہے۔

سوشلزم اس خیال پر مبنی ہے کہ دنیا میں ایک طرف تو ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں جو لاکھوں اور کروڑوں روپے کی جائیداد رکھتے ہیں اور جن کے قبضے میں ان کی حاجت سے بہت زیادہ روپیہ ہے، دوسری طرف ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جن کے پاس اتنا بھی نہیں جس سے ستر پوشی کرسکیں یا شکم سیر ہوسکیں اس لیے وہ کروڑوں فاضل روپے جو ارباب ثروت کے پاس بیکار پڑے ہیں وہ ان فقراء اور مساکین پر تقسیم کردیئے جائیں تاکہ دونوں گروہ بآسانی زندگی بسر کرسکیں۔ اس مسئلہ کو زیادہ صاف کرنے کے لیے ہم کو علم اقتصاد سیاسی یعنی پولیٹکل اکانمی کی طرف رُخ کرنا چاہیے۔ اکانمی نے یہ طے کردیا ہے کہ انسان کی ہر قسم کی دولت اور پیداوار کے اصول اول دو چیزیں ہیں محنت اور راس المال کیونکہ انسان کے تمام ذرائع آمدنی کی اصل صرف دو چیزیں ہیں زراعت اور صنعت، ان کے علاوہ اور دوسری ہر قسم کی آمدنیاں انھیں دونوں ذرائع مذکور کے ماتحت ہیں مثلاً زمینداری کہ اس کی اصل آمدنی زراعت پر موقوف ہے، تجارت، صنعت اور زراعت کی پیداوار کے باہمی تبادلہ کا نام ہے، نوکریوں کے ذریعہ سے جو روپیہ مالک سے وصول کیا جاتا ہے وہ درحقیقت اسی زراعت اور صنعت کی بالواسطہ یا بلاواسطہ آمدنی ہوتا ہے۔

اب آؤ صنعت اور زراعت کے بارہ میں غور کریں، صنعت، مادّی چیزیں جن کو ہر مقام پر یا بعض بعض مقام پر خدا نے فطرتی طور سے پیدا کردیا ہے اور جو بے کار پڑی ہیں ان کو حاجت انسانی کے موافق بنانے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے کام کرنے والوں کی محنت کی اور اُن آلات اور اوزار کی، جن سے کام کرنے والا اپنے اثر فاعلی کو ان مادی چیزوں پر صرف کرے گا، آلات اور اوزار کے لیے راس

المال اور سرمایہ کی ضرورت ہے اس لیے صنعت ودستکاری کی اصلی آمدنی کا منبع مزدور کی محنت اور کارخانہ دار کا سرمایہ ہے۔ یہی حال زراعت کا ہے۔ زمین کی درستگی وغیرہ کے لیے مزدور کی اور آلات زراعت وغیرہ کے لیے سرمایہ کی ضرورت ہے، ان تمام مقدمات کا ماحصل یہ نکلا کہ دنیا کی ہر نوع اور ہر قسم کی آمدنی کی اصل، مزدور اور اہل سرمایہ ہیں، دونوں آمدنی کے پیدا کرنے میں برابر کے شریک ہیں اس لیے انصاف یہ کہ زراعت اور صنعت کی تمام آمدنی دو مساوی حصوں میں تقسیم ہونی چاہئے، ایک حصہ مزدوروں کو دیا جائے اور دوسرا حصہ اہل سرمایہ لیں لیکن تمام دنیا میں اہل سرمایہ اور کارخانہ دار تمام منافع کے اصلی مالک بن جاتے ہیں اور مزدوروں کو ان کے حق سے بہت کم دیا جاتا ہے کہ وہ مشکل سے اوقات بسری کر سکتے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ مزدوروں کی اعانت کی جائے۔

ان تمام مقدمات بالا کا نتیجہ یہ نکلا کہ فقراء اور مزدوروں کی امداد کی جائے، یہی خیال سوشلزم اور اشتراکیت کا سنگ بنیاد ہے۔ اس خیال کی کامیابی کے لیے ان کو بہت سے مراتب طے کرنے پڑتے ہیں جن کا ماحصل یہ ہے۔ کہ موجودہ نظام زندگی بالکل بدل دیا جائے۔ ہر قسم کی جائدادیں اور ملکیتیں، اہل سرمایہ اور ارباب ثروت کی شخصی ملکیت وتصرف سے نکال کر وقف عام کر دی جائیں، تمام کاشتکاریاں، جائدادیں اور کارخانے جمہوری ملک کی ملکیت ہوں، گورنمنٹ کو مخصوص افراد کے قبضے سے نکال کر عام پبلک کے زیر انتظام کیا جائے، ہر قسم کے آلات وسرمایہ، مشترک طور سے تمام اہل ملک یا گورنمنٹ کی ملک ہوں ملک کے تمام افراد محنت صرف کریں، ہر قسم کا نفع ایک جگہ جمع ہو اور وہ تمام اہل ملک پر مساوی طور پر گورنمنٹ کی نگرانی میں تقسیم ہو، ہر شخص کے امتیازات شخصی مٹا دیئے جائیں، ذاتی اعزاز وتفوق کی کوئی مثال باقی نہ رہے، بادشاہ اور رعایا، آقا اور غلام، حاکم اور محکوم، امیر اور فقیر، معزز اور ذلیل غرض کہ ہر قسم کے تفاوت مراتب کو صفحہ عالم سے محو کر دیا جائے اور تمام عالم میں ہر چیز میں مساوات عامہ ہو، انتہا یہ ہے۔ کہ ان کا خیالِ مساوات خدا کی غیر معمولی عظمت کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔

اکانمی جس سے اشتراکیت کو تعلق ہے۔ اس کا بانی اوّل گو ایک فرانسیسی عالم انٹوان ڈی منٹکر ٹیان (۱۶۱۵ء) ہے۔ اور اس کا مدون ڈاکٹر کینیسی (۱۷۵۸ء) ہے۔ لیکن اکانمی کو فن کی حیثیت سے جس نے دنیا کے سامنے روشناس کیا، وہ ایڈم اسمتھ ہے۔ جس کی اس فن میں پہلی تصنیف ۱۷۷۶ء میں شائع ہوئی۔ اسمتھ کے بعد دو انگریز عالم ملتس، دیکارڈو اور فرانسیسی عالم جان بپٹسٹ پیدا ہوئے جنھوں نے اس فن کو تکمیل تک پہنچا دیا۔ یہ علمائے فن اقتصاد انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں تھے۔ اس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ اشتراکیت انیسویں صدی کی پیداوار ہے۔

جن اکانمسٹ اور علمائے اقتصاد کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا وہ نفس فن کے اصول اور ان اصول کو عملی صورت میں لانے کی نسبت کسی قدر مختلف الرائے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشتراکین اور سوشیالسٹوں کے چند فرقے ہو گئے۔

(۱) فوضوی یا کمیونسٹ یا نیشلیسٹ، اس فرقہ کا خیال یہ ہے۔ کہ تمام دنیا سے ہر قسم کی شخصی ملکیتیں اور امتیازات مٹا دیئے جائیں۔ دنیا کا ذرہ ذرہ ذاتی ملک سے نکل کر جمہور کی ملک ہو جائے تاکہ تمام انسان مساویانہ حیثیت سے زندگی بسر کریں، یہ فرقہ صرف ملکیت مٹانا چاہتا ہے، سلاطین عہدہ داران اور ارباب ثروت کو مار ڈالنا ان کے نزدیک ثواب ہے۔

(۲) اجتماعی یا سوشیالسٹ، جو فقط یہ چاہتا ہے کہ صرف آلات شخصی تصرف سے نکال کر عام پبلک کی ملک کر دیئے جائیں تاکہ فقراء اور مزدور ارباب ثروت واہل سرمایہ کی احتیاج کے بغیر کام کر سکیں۔

(۳) قومی یا نیشنلسٹ اس فرقہ کی تھیوری یہ ہے۔ کہ صرف کاشت اور سکونت کی زمینیں شخصی ملکیت سے نکال لی جائیں۔ کیونکہ ثروت کا اصلی منبع زمین ہے، اور جب تمام زمینیں جمہور یہ گورنمنٹ کی ملک ہو جائیں گی تو اہل حاجت اور مزدوروں کی حالت بہت کچھ سنبھل جائے گی۔

سوشیالسٹوں کے یہ مختلف فرقے تمام ممالک متمدنہ میں روز بروز پھیلتے جاتے ہیں۔ اور ہر جگہ ان کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ یورپ کے بعض ملک کے اکثر باشندے سوشلزم کے معتقد ہوتے جاتے ہیں۔ اس فرقہ کی تمام اطراف عالم میں خفیہ سوسائٹیاں، انجمنیں اور اخبارات ہیں۔ جو ان کے خیالات کی اشاعت کرتے ہیں۔ پبلک میں موجودہ نظام سلطنت کے برخلاف جوش پیدا کرتے ہیں۔ سلاطین، حکام ملک اور ارباب ثروت کے قتل کی تدبیریں کرتے ہیں، ناچار گورنمنٹوں کو ان کی مزاحمت پر آمادہ ہونا پڑتا ہے۔ اور بزور قوت سے ان کی بیخ کنی کی کوشش کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن یہ تمام کوشش بے سود ہوتی ہیں۔ اور شوشلزم کا سیلاب نہیں تھمتا۔ ۱۸۸۶ء سے اس مذہب کے پیرو جرمنی میں بہت بڑھ رہے ہیں۔ ۱۹۰۸ء میں جرمنی میں سوشیالسٹوں کی تعداد دس لاکھ تھی ۱۹۱۰ء میں بیس لاکھ ہو گئی، جرمنی کے علاوہ فرانس، بلجیم ہولینڈ، پولینڈ، روس، امریکہ، رومانیہ، اٹلی، پروشیا، سوئزرلینڈ، انگلینڈ میں کم وبیش ان فرقوں کا وجود ہے۔ (''انگریزوں کی ترقی کا راز'' مصنفہ اڈمون ڈیمولان جرمن ترجمہ عربی ص ۳۳۵)

روزلٹ پریذیڈنٹ امریکہ کو طبقہ امراء اور کمپنیوں کے ملکوں سے فقراء اور غربا کے لئے مقابلہ کرنا پڑا، چونکہ جاپان بھی یورپ کے نظام تمدن پر قدم بہ قدم چل رہا ہے۔ اس لئے وہاں بھی سوشیالسٹ پیدا ہو رہے ہیں۔ پچھلے دنوں یہ لوگ میکاڈو شاہ جاپان کی جان لے

چکے تھے کہ خیر گزری، چونکہ سوشیالسٹوں کے حقیقی حریف سلاطین، ارکان حکومت اور ارباب ثروت ہیں۔اس لیے بہت کم ہفتے ایسے گزر تے ہیں۔جن میں اخبارات میں یہ خبریں درج نہیں ہوتیں کہ سوشیالسٹوں نے فلاں شہر میں فلاں وزیر یا فلاں مہاجن پر حملہ کیا۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپ میں سوشیالسٹ اہل اعزاز اور ارباب ثروت کے دشمن ہیں اور یہ لوگ ان کے دشمن ہیں، گو اس باہمی جنگ اور معرکہ آرائی کے اسلحہ زیادہ تر زبان وقلم ہیں لیکن کبھی کبھی آتش جلو آلات تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

سوشیالسٹوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونا کوئی تعجب انگیز امر نہیں کیونکہ سوشلزم کا اصلی مقصود فقرائے قوم اور مزدور پیشہ اشخاص کی حمایت ہے اور یہ معلوم ہے کہ ملک میں مزدور اور فقیروں کی تعداد تمام فرقوں سے زیادہ ہے اس حالت میں یورپ کے تمام فقراء اہل حاجت اور مزدور پیشہ درحقیقت سوشیالسٹ ہیں لیکن عجیب تر یہ ہے کہ سوشلزم کی آواز سے تمام یورپ اس قدر گونج اٹھا ہے کہ اس کی تاثیر سے یورپ کا کوئی فرقہ بچ نہیں سکتا ہے۔کنزرویٹیو پارٹی جس کا منتہائے مقصد، قدیم آداب ورسوم کی حمایت اور ذاتی اعزاز ومناصب کی محافظت ہے اس کو بھی کسی قدر تغیر کے بعد سوشلزم کا ہم آہنگ ہونا پڑا۔انتہا یہ ہے کہ کالج اور اسکول کے پروفیسر اور ٹیچر اور دیر وکینسہ کے راہب اور پادری بھی اصول اشتراکیت میں کسی قدر ترمیم کے بعد سوشیالسٹوں کے ہم آواز ہو گئے۔

اس چیخ، پکار، شور وفریاد، واویلا وہنگامہ کا اثر یہ ہے کہ تمام یورپ کے خیالات میں موجودہ نظامِ تمدن کے انقلاب کے متعلق عجیب قسم کا تلاطم برپا ہے۔اور ہر شخص جدید تمدن کے مصائب کو محسوس کر رہا ہے جس کی شریعت میں شخصی طور سے فقراء اور اہلِ حاجت کی امداد گناہ ہے،اس مقدمہ کے ساتھ چند مقدمات کا اور اضافہ کرو۔

(۱) یورپ میں تمدن کی بناء شخصی فوائد، خود غرضی اور ذاتی منافع پر ہے، باپ بیٹے کو نہیں پوچھتا، بیٹا باپ کو نہیں پوچھتا، پھر ملک کے عام افراد کے ساتھ اس کو کیا ہمدردی ہوسکتی ہے۔(۲) یورپ کی ثروت اور دولت کا اصلی سرچشمہ صنعت اور تجارت ہے۔ہر ہر شہر میں کمپنیاں اور کارخانے ہیں جن کے مالک اشخاص یا جماعت کے چند افراد ہیں، ہر ہر کارخانے میں ہزاروں مزدور کام کرتے ہیں جن کی روزانہ آمدنی کے روزانہ اخراجات کے لئے مشکل سے کافی ہوسکتی ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہے۔کہ ایک طرف تو کارخانہ داروں کی مختصر جماعت کارخانہ کے منافع کثیر سے مالا مال ہوتی جاتی ہے۔دوسری طرف ادنیٰ طبقے میں فقراء اور مساکین کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

(۳) بنکوں کے وجود نے یہ قیامت برپا کر رکھی ہے کہ ایک پیسہ کا قرض بھی بغیر سود کے نہیں مل سکتا، جائدادیں عام پبلک کے ہاتھ سے نکل کر مالکانِ بنک کے تصرف میں آتی جاتی ہیں۔اس سے فقرا اور ناداروں کی تعداد میں کثرت ہو رہی ہے۔

(۴) تمدن جدید نے ضرورت زندگی کی قیمت اس قدر بڑھادی ہے۔ کہ کم ثروت کو وہاں زندگی بسر کرنا مشکل ہے، کھانے کی چیزیں اس قدر گراں ہیں۔ کہ فقراء ان کو خرید نہیں سکتے ہیں۔ ملک کی شدت حاجت کی وجہ سے نرخ اشیاء میں گرانی حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اور آزادی تجارت کی بناء پر گورنمنٹیں اس میں زیادہ روک ٹوک نہیں کرسکتیں۔

(۵) گورنمنٹوں نے فقیروں اور بے ساز وسامان شخصوں کے ذاتی مصارف کے لئے کوئی سامان نہیں کیا، یہ تو ہے۔ کہ اندھوں، لولوں اور مجبوروں کے لئے امدادی محکمے قائم ہیں۔ لیکن ایک مجبور قرضدار کے ادائے قرض کی کیا صورت ہے، ایک مزدور کو آج کوئی مزدوری نہ مل سکی، وہ کیا کرے، ایک گھر برباد ہوگیا۔ اس کو امداد کون دے، ایک فقیر کے پاس کپڑا نہیں وہ کپڑا کہاں سے لائے، غرض یہ کہ یورپ عام مصالح کی نگرانی تو کر رہا ہے۔ لیکن شخصی ضرورتیں اور اتفاقی حاجات کا اس کے یہاں کوئی بندوبست نہیں۔

(۶) اتفاق سے اول تو یورپ مذہب سے آزاد ہے۔ اور اس لئے وہ شخصی ہمدردی کی قدر نہیں کرسکتا، علم وتمدن نے اس کے بجائے ملکی اور جمہوری ہمدردی قائم کردی ہے۔ جو شخصی ضروریات کے لئے کافی نہیں، دوسرے وہاں جس مذہب کا رواج ہے، وہ عیسائیت ہے۔ جس نے مال ودولت کی سخت تحقیر کی ہے، عام نصائح کے سوا اس نے ارباب ثروت کو اہل حاجت کی مالی امداد کے لئے حکم نہیں دیا۔ اس لئے عیسائی ممالک میں فقراء کے ساتھ یہ بے اعتنائی کچھ بعید نہیں ہے۔

یورپ کے تمام ممالک میں انگلستان باعتبار ثروت کے سب سے زیادہ ممتاز ہے۔ لیکن یہاں بھی یہ حالت ہے۔ کہ اج کل ۔۔۔ ۱۷۰ کی تعداد میں صرف وہ فقرا ہیں جن کو گورنمنٹ امداد کرتی ہے۔ (المقتبس دمشق جلد ۶ صـ ۱۵۷)

جرمنی کی ۱۸۷۰ء میں مجموعی آبادی ۴۰۰۰۰۰۰۰ کروڑ تھی، آج کل ۶۰۰۰۰۴۰ کروڑ آبادی ہے۔ سالانہ اموات کی تعداد سے پیدائش کی تعداد ۹ لاکھ زیادہ ہورہی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ فقراء اور مساکین کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ جرمنی کے کارخانے، کاشتکاریاں، دستکاریاں اور ہر قسم کے ذرائع صرف چار کروڑ آدمیوں کی کفالت کرتے ہیں، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سوشیلسٹوں کی تعداد نہایت سرعت کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ (المقتبس دمشق جلد ۶ ص ۶۴)

ان تمام بیانات مذکورہ بالا سے بالکل یہ واضح ہوگیا، کہ یورپ آج کل عجیب قسم کی اقتصادی مصائب میں مبتلا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس نے ان مشکلات کے حل کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی ہیں۔

جرمنی نے اب یہ طے کیا ہے کہ اشیاء کے نرخ میں کمی کی جائے۔ اس نے فقراء اور مساکین کے لئے الگ بازار قائم کیے ہیں۔ جہاں

خوراک کی معمولی چیزیں، ارزاں قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔ پولیس کو حکم ہے کہ ان بازاروں میں اہل ثروت نہ جانے پائیں، اس قسم کے چار بازار صرف برلن میں قائم کے گئے ہیں۔ (المقتبس دمشق ج ۶ ص ۶۴)۔

انگلستان کی گورنمنٹ فقراء کی اعانت کے لئے آمادہ ہوئی ہے ۱۹۰۲ء میں انگلستان نے فقراء اہل حاجت پر ۱۴۷۸۲۰۰۰ اگنی صرف کیا، ان اخراجات سے ۷۰۰۰۰۰ الاکھ افراد کی اس نے اعانت کی جن میں سے ۳۸۰۰۰۷ کی تازندگی ۵۳۰۰۰۰ کی ایک مدت دراز تک ۲۴۰۰۰ کی ایک سال تک امداد کی۔ (المقتبس دمشق ج ۲ ص ۱۵۸)

انگریز مزدوروں نے باہمی مشورہ وامداد کے لئے ٹراڈیسینین نام ایک عام انجمن بھی قائم کی ہے۔ جو کامیاب ہورہی ہے۔

پروشیا کی گورنمنٹ نے اصول اشتراکیت کے مطابق حسب ذیل قوانین جاری کیے، جو پروشیا کے شہری قانون کے انیسویں باب کے مختلف دفعات میں مذکور ہیں۔

دفعہ اول : گورنمنٹ پر فرض ہے کہ ان لوگوں کی معاش کی متکفل ہو جو خود اپنی معاش نہیں پیدا کر سکتے ہوں،

دفعہ دوم : بیکاروں کے لئے ان کی حالت کے مناسب ان کے لئے کوئی خدمت یا کام مقرر کیا جائے گا۔

دفعہ سوم : جو لوگ سستی یا کسی اور بری عادت کی وجہ سے کام سے بھاگتے ہوں، ان کو گورنمنٹ کی نگرانی میں مفید اشغال میں مصروف کیا جائے گا۔

دفعہ ششم: گورنمنٹ پر فرض ہے کہ وہ ایسے کارخانے اور مل قائم کرے جن سے محتاجوں کی زندگی کا سامان ہو اور فضول خرچ لوگوں کی درستئ اخلاق ہو۔

دفعہ دہم: گاؤں میں میونسپلٹی کا فرض ہے کہ اس گاؤں کے مفلسوں اور محتاجوں کی حاجت پوری کیا کرے۔

دفعہ یازدھم: میونسپلٹی پر فرض ہے کہ وہ ناداری اور افلاس کے اسباب کی تحقیق کرے اور اس کے لئے تدابیر اختیار کرے۔

اب تک گورنمنٹوں اور حکومتوں کی کوششوں کا بیان تھا، مذہب کی حیثیت سے یورپ کے مذہبی علماء اور پادری بھی ان اقتصادی مشکلات اور معاشرتی مصائب کو دور کرنے کے لئے اٹھے ہیں۔ لیکن کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان علمائے مسیحیت نے انجیل مقدس یا مسیحی تعلیمات کی ہدایت سے ان عقدوں کے حل کرنے کی کوشش کی ہے؟۔ نہیں ان کو اس مسیحی مذہب میں اس کو کوئی ہدایت نہیں ملتی جس نے اہل دولت کو سخت تحقیر کے ساتھ اپنی آسمانی بادشاہت سے نکال دیا ہے۔ اس لئے ان کو اس کا چارہ کار اس کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ کہ وہ بھی تھوڑی ترمیم کے ساتھ سوشیالسٹوں کی صف میں کھڑے ہو جائیں، ان مذہبی علماء کے اشتراکی اصول کے لحاظ سے دو فرقے ہیں،

فرقہ انجیلی اشتراکی اور کیتھولک اشتراکی، ان مذہبی فرقوں کو اشتراکی یا سوشیالسٹ کہنا صرف اس لئے جائز ہے۔ کہ سوشیالسٹ کا لقب خود انہوں نے اپنے لیے خوشی سے اختیار کیا ہے۔ ورنہ درحقیقت وہ سوشیالسٹ نہیں ہیں، انہوں نے فقراء اہل حاجت وافلاس وغریب مزدوروں کی حمایت اس لئے جائز رکھی ہے۔ کہ مذہبی وقار آزاد خیال یورپ کے ادنیٰ طبقے میں قائم ہو، بہرحال انجیلی سوشیالسٹوں نے جس کے ممبر زیادہ تر گرجوں کے پادری ہیں جسب ذیل تجویزیں اختیار کی ہیں۔

مسیحی اشتراکی مزدوروں کی انجمن، مذہبی (۱) عقائد کے احترام اور ملک وحکومت کی محنت پر مبنی ہے۔ وہ گورنمنٹ سے درخواست کرتی ہے کہ اہل پیشہ اور مزدوروں کے لئے خاص مفید قوانین وضع کیے جائیں، یتیم بچوں، (۲) بیوہ عورتوں اور مجبور لوگوں کے لئے امدادی فنڈ قائم کئے جائیں، (۳) کام کی مناسبت سے مزدوروں کے لیے کام کرنے کے گھنٹے محدود کیے جائیں، (۴) سرکاری املاک اور دیہاتی جائدادیں مزدوروں کے ہاتھ نرخ سے زیادہ غلہ بیچیں، اعانت فقراء کے لیے آمدنی پر ٹیکس مقرر کیا جائے اور وراثت کے قرب وبعد اور کمی وبیشی کے لحاظ سے ترکہ پر محصول لگایا جائے، کیتھولک سوشیالسٹوں کی حسب ذیل تجویزیں ہیں۔

باہمی امداد کے لیے انجمنیں قائم کی جائیں۔ سرمایہ مزدوروں کے سپرد کیا جائے، گورنمنٹ مزدوری اور اوقات کار کی تعین کرے، بچوں اور سرپرستوں مزدوروں کا اور اہل سرمایہ کا باہمی تعلق صاف کرے، قرض دہی کی انجمین قائم ہوں۔ جو اہل حاجت کو قرض دیں۔

اس تفصیل سے ہم اس نتیجہ پر نہایت آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔ کہ یورپ آج کل سخت مصیبت میں مبتلا ہے، اقتصادی مشکلات روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ اہل افلاس اور ارباب احتیاج کی امداد واعانت کی کوئی صحیح راہ وہ اب تک نہ نکال سکا۔ مختلف ممالک اور انجمیں مختلف تدابیر سے ان مشکلات کی عقدہ کشائی کر رہی ہیں۔ لیکن اب تک کوئی باقاعدہ اصول اس کے لئے مدوّن ہوا۔

اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ گزشتہ اقوام کے تمدن میں بھی کبھی اس قسم کی مشکلات پیدا ہوئیں اور وہ بھی ان کو حل نہ کرسکیں۔

گزشتہ زمانہ میں یہود اور سلافی اقوام میں دستور تھا کہ تمام زمین ایک وقت پر تمام افراد میں تقسیم کردی جاتی تھی۔ بعض قوموں میں زمین کا تمام اختیار ایک شخص کو دے دیا جاتا تھا۔ وہ زمین اور اس کے منافع کو تمام قوم کو تقسیم کردیتا تھا۔ فراعنہ مصر کے زمانہ میں بھی اسی اصول اشتراکیت پر عمل ہوتا تھا۔

گزشتہ اقوام میں یونان بھی ایک خاص پایہ رکھتا تھا۔ لیکن اپنے زمانہ تمدن میں وہ بھی اشتراکیت اور سوشلزم سے نہ بچ سکا۔ مشہور مقنن سولن کے عہد میں اتھنز میں ارباب ثروت اور نادار فرقہ میں ایک عجیب فتنہ برپا ہوا، نادار اور مفلس فرقہ کو ضد تھی۔ کہ اتھنز کی تمام دولت

ایک جگہ اکٹھی کر کے تمام افراد پر مساوی طور پر تقسیم کر دی جائے، اہل ثروت جماعت کو اصرار تھا۔ کہ دولت وثروت کی مقدار حسب مدارج اعزاز ہونی چاہئے، سولن نے اس فتنہ پر کوئی توجہ نہ کی لیکن اسپارٹا میں لیکارگا نے اصول اشتراکیت تسلیم کر لیا اور اسپارٹا کی تمام دولت اس سے افراد پر برابر تقسیم کر دی۔ (تاریخ الحکماء فرانسیسی ترجمہ عربی ص ۱۳ تا ۱۴)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اقتصادی اور اشتراکی مصائب کا کامل اندفاع نہ گزشتہ اقوام سے ہوسکا اور نہ موجودزمانہ میں یورپ ہی ان عقدوں کو حل کرسکا ہے، نیز ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اشتراکیت ہر اس تمدن کے لئے ازم ہے۔ جس کی بنیاد انجام بنی اور مذہب پر نہ ہو، بہر حال موجودہ یورپ اور اقوام گزشتہ کے عقلا اور سوشیالسٹوں نے ایک مدت کے تجربوں کے بعد ان وقتوں کو ہموار کرنے کے لیے جو تجویز پیش کی ہیں۔ گوان کا مفصل ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ لیکن ہم یہاں بطور نتیجہ ان کا مختصر طور سے پھر اعادہ کرتے ہیں۔

(۱) ذاتی اعزاز و امتیاز مٹادیا جائے اور تمام افراد مساوی الرتبہ ہو جائیں۔

(۲) حکومت جمہور ملک کی مجموعی طاقت کا نام ہو۔

(۳) اہل حاجت کی امداد کے لئے لوگوں کی آمدنی پر ٹیکس لگایا جائے۔ اور اس کے لئے فنڈ مقرر کیا جائے۔ سود سے بچنے کے لئے قرض دینے والی انجمنیں قائم کی جائیں، گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ فقرا اور محتاجوں کی خبر لے اور وہ بازار کا نرخ مقرر کرے۔

یہ وہ اصول ہیں جن کی بناء پر غیر قوموں نے موجودہ کشاکش اور مشکلات سے نجات حاصل کرنی ہی ہے۔ ان اصول کے یہ تین دفعات بالا تین قسم کی اصلاحات سے مرکب ہیں، اصلاح معاشرت، اصلاح حکومت، اصلاح اقتصاد لیکن اب تک یہ اصول اصلاح خیالی ہیں۔ عالم وجود میں کوئی منتظم سلسلہ ان کا اب تک قائم نہ ہوا۔ آؤ ہم تمھیں بتائیں کہ اسلام نے ان اصولوں کا کہاں تک لحاظ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کا تمدن اشتراکیت کے جرمس سے ہمشہ پاک رہا۔

## ۱۔ معاشرتی (سوشل) اصلاح:

ذاتی اعزاز و امتیاز مٹادیا جائے اور تمام افراد مساوی الرتبہ ہو جائیں۔ مساوات کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) مساوات نسبی وقومی (۲) مساوات حقوق قانون (۳) مساوات رتبہ (۴) مساوات مالی۔

## ۲۔ مساوات نسبی وقومی:

اسلام نے نسبی وقومی امتیاز بالکل مٹادیا ہے۔ اور تمام مسلمانوں میں ایک عالمگیر اسلامی اخوت قائم کر دی ہے۔ ایک مسلمان

کوکسی دوسرے مسلمان پرکوئی قومی یانسبی امتیاز حاصل نہیں ہے۔قرآن مجید میں ہے:

**يا يها النا س انا خلقنكم من ذكر وانثى وجعلنكم شعوبا و قبا ئل لتعار فو ان اكر مكم عند الله اتقكم.**

**( سور ه حجرات پ ۲۶ آيت ۱۳ )**

ترجمہ لوگو! ہم نے تم کوایک مرداورایک عورت سے پیدا کیااورتم کومختلف قومیں اورقبائل بنایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو،خدا کے نزدیک تم میں سب سے بزرگ اورمکرم وہ ہے۔جوزیادہ پرہیز گار ہو۔

**دوسری آیت یہ ہے:**

**انما المومنو ن اخو ة ( حجرات پ ۲۶ آيت ۱۰ )** ترجمہ مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

**ان اللـه قد ا ذهب عنكم عصبية الجا هيلة وفخر ها بالا با ء انما هو مؤمن تقى او فا جر شقى النا س كلهم بنو آدم و آدم من تراب ( تر مذ ى باب مفا خرت )**

ترجمہ: خدانے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادوں پرفخر کرنا تم سے دور کر دیا ہے۔آدمی یا مومن اور پرہیز گار ہے یا بدکردار اور شقی ہے۔ تم سب آدم کے بیٹے ہواور آدم مٹی سے بنے ہیں۔

**انسا بكم هذه ليست بمسبة على احد كلكم بنو آدم ليس لا حد علىٰ الاخر فضل الا بد ين وتقو ىٰ. ( مشكوة با ب مفا خرت )**

ترجمہ: نسب کسی کا کسی کے لئے باعث عار نہیں ہے۔تم سب آدم کے بیٹے ہو۔۔۔۔۔۔ایک کودوسرے پر دین وتقویٰ کے سوااورکوئی فضیلت نہیں ہے۔

**لا فضل لعربى على عجمى ولا لعجمى على عربى.**

عرب کوعجم پراورعجم کوعرب پرکوئی فضیلت نہیں ہے۔

یہ احکام صرف عام نصائح نہیں ہیں۔ بلکہ عملاً بھی اسلام نے اس کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔حضرت زینبؓ جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ان کورسول اللہ نے ایک غلام سے بیاہ دیا۔بلالؓ،سلمانؓ،صہیبؓ جوحبش ایران اور یمن وغیرہ کے زرخرید غلام تھے۔اسلام نے معزز ترین عرب کی صف بصف ان کوکھڑا کردیا۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبش کے

ایک ادنیٰ غلام تھے۔ جن کو حضرت ابو بکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ ان کو اپنا آقا کہا کرتے تھے۔ حضرت سلمانؓ جو فارس سے عرب میں غلام بن کر آئے تھے۔ رسول اللہؐ نے ان کو اپنا نقیب فرمایا ہے۔ اور ان کا نام حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ پہلو بہ پہلو لیا ہے۔

## ۳۔ مساوات حقوق قانونی:

مساوات حقوق پر اسلام جس شدت سے عمل کیا ہے۔ اس کی نظیر دوسری تاریخوں میں نہیں مل سکتی۔ اسلام کی نظر میں جس طرح ایک حبشی اور ایک قریشی نسب کی حیثیت سے برابر ہیں۔ اسی طرح حقوق میں بھی بالکل مساوی ہیں۔ جس کا ثبوت گو اوپر کی آیات اور احادیث سے نہایت وضاحت سے ہو رہا ہے۔ لیکن مزید توضیح کے لئے ہم چند آیات، احادیث اور واقعات پھر پیش کرتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوگا کہ اسلام نے کیونکر اعلیٰ ادنیٰ، امیر، غریب، قرابت دار، غیر قرابت دار، دوست اور دشمن سب کے ساتھ عدل و انصاف اور قانون حقوق میں مساوات کا حکم دیا ہے۔

**یٰا یھا الذین امنوا کونو ا قوٰمین للّٰہ شھد آء با لقسط و لا یجر منکم شنا ٰن قوم علی الا تعد لو اعد لو ا ھو ا قرب للتقویٰ. ( سو ر ۃ الما ئد ہ پ ۶ آیت ۸)**

ترجمہ: ایمان والو! خدا کے واسطے متحد رہو۔ اور انصاف کے گواہ رہو، کسی قوم کی دشمنی اس بات کا باعث نہ ہو کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو وہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہم کو دوست و دشمن سب کے ساتھ عدل و مساوات کا حکم دیا گیا ہے۔

**و اذا قلتم فا عد لو ا ولو کان ذا قربیٰ ( سورۃ الا نعام پ ۸ آیت ۱۵۳ )**

ترجمہ جب بولو انصاف کی بات بولو اگر چہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس آیت کریمہ سے قرابت دار اور غیر قرابت داروں میں مساوات کا فیصلہ کر دیا۔

**کتب علیکم القصاص فی القتل . ( النفس با لنفس )( سورۃ بقر ہ پ ۲ آیت ۱۷۸ )**

ترجمہ تم پر مقتولین کا قصاص فرض کیا گیا۔ (جان کے بدلے جان) ان دونوں آیتوں کا اطلاق باہمی افراد انسان میں جان کی مساوات کرتا ہے۔

**عن عبادۃ بن الصا مت قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقیمو احد و د اللّٰہ علی القر یب و البعید و لا**

**تاخذ کم فی لو مة لائم. ( ابن ماجه کتاب الحدود )**

ترجمہ: عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے حدود (یعنی خدا کے مقرر کردہ قواعد وقوانین) دور و قریب سب پر جاری کرو اور خدا کے معاملہ میں تم ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرو۔

یہ حدیث تعزیر وسزا میں قانون مساوات کو ثابت کرتی ہے۔ اور یہ اسلام کا صرف قولی حکم نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اس پر عمل بھی رہا قبیلہ مخزوم کی ایک عورت سرقہ میں ماخوذ ہوئی۔ قریش نے رسول اللہؐ سے سفارش کرنے کے لئے حضرت اسامہؓ کو آمادہ کیا جن کو رسول اللہؐ بہت عزیز رکھتے تھے۔ لیکن جب اس واقعہ کے متعلق رسول اللہؐ سے سفارش کی گئی تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

**انما اهلک الذین قبلکم انهم کانو ا اذا سرق فیهم الشریف تر کوه و اذا سرق فیهم الوضیع اقا مو ا علیه الحد وایم الله لو ان فا طمه بنت محمد سرقت لقطعت ید ها. ( بخاری الشفا عة فی الحدود )**

ترجمہ: تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک کی گئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری (یا کوئی جرم) کرتا تھا۔ تو لوگ اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تھا۔ تو اس کو سزا دیتے تھے۔ خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

حضرت عمرؓ نے ایک جرم پر اپنے بیٹے عبید اللہ پر خود اپنے ہا تھ سے حد جاری کی اور گو وہ اسی سزا میں مر گئے لیکن حضرت عمرؓ نے حد سے ہاتھ نہیں روکا۔ ان احکام اور واقعات سے یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اسلام نے مساوات قانونی کا کس قدر لحاظ کیا ہے۔

اب آؤ عام مساوات حقوق کی نسبت اسلام کا طرز عمل بتائیں، یہ ظاہر ہے۔ کہ رسول اللہؐ تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے۔ لیکن آپؐ نے کبھی اپنے لیے عام مسلمانوں سے زیادہ امتیاز نہیں چاہا۔ ایک سفر میں کھانا پکانے کے لیے لوگوں نے کام تقسیم کر لیے، رسول اللہؐ نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ حضرت انسؓ ایک نوجوان صحابی دس برس رسول اللہؐ کی خدمت میں رہے۔ لیکن ان کا بیان ہے کہ اس طویل عرصہ میں جتنی خدمت میں نے رسول اللہؐ کی اس سے زیادہ آپؐ نے میری خدمت کی۔

خلفائے راشدینؓ جو اسلام کے زندہ پیکر تھے۔ ان کا بھی ہمیشہ یہی طرز عمل رہا، حضرت عمرؓ جب بیت المقدس جا رہے تھے۔ تو ایک اونٹ تھا۔ جس پر باری باری سے حضرت عمرؓ کا غلام اور خود حضرت عمرؓ سوار ہوتے تھے۔ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو غلام کی باری تھی۔ غلام نے کہا یا امیر المومنین شہر قریب ہے۔ آپ سوار ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں حق تمہارا ہے۔ تم سوار ہو، آخر غلام سوار ہوا۔ اور

حضرت عمرؓ پیادہ اونٹ کی ڈوری پکڑے ہوئے شہر میں داخل ہوئے، حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ تمام مخلوق خلیفہ اسلام کی شان وعظمت دیکھنے کے لیے گھروں سے نکل آئی تھی۔

واقعہ اجنادین میں رومی سپہ سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ جاسوس اسلام کے سچے نمونوں کو یعنی صحابہ کو دیکھ کر واپس ہوا تو رومی سپہ سالار سے ایک تحیرّ کے ساتھ کہتا ہے:

**ھم با للیل رھبا ن وبالنھا ر فرسان لوسرق ابن ملکھم قطعو ہ واذا زنی رجموہ .**

ترجمہ یہ لوگ رات کے راہب اور دن کے سوار ہیں۔ اگر ان کے بادشاہ کا لڑکا چوری کرے تو ہاتھ کاٹیں اور اگر زنا کرے تو رجم کریں۔

حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کی پہلی تقریر جو کی اس کے حسب ذیل فقرے پڑھو، **وان اقواکم عند ی الضعیف حتی آخذ منہ الحق وان اضعفکم عند ی القوی حتی اخذلہ بحقه.** ( ابن سعد جز ۳ صفحہ ۱۲۹ )

ترجمہ تم میں جو سب سے قوی ہو وہ میرے نزدیک ضعیف ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کروں اور تم میں جو سب سے کمزور ہو وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ یہاں تک اس کا حق دلواؤں۔

ایک شہزادہ جو مسلمان ہو گیا تھا۔ صرف اس لیے وہ مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا۔ کہ ایک عام اور غریب مسلمان کے مقابلہ میں حضرت عمرؓ نے اس کو کوئی ترجیح نہ دی، حضرت عمرؓ جب ایک مقدمہ میں مدعا علیہ بن کر آئے تو ان کو مدعی کے برابر کھڑا ہونا پڑا، فارس کی لڑائی میں جب مغیرہؓ بن شعبہ رستم کے پاس سفیر بن کر گئے۔ اور اسلامی مساوات کے خیال پر وہ تخت پر رستم کے برابر بیٹھ گئے، اور درباریوں نے یہ سوادب دیکھ کر ان کو تخت سے اتار دیا تو ان کے منہ سے کس بے ساختگی سے یہ الفاظ نکلتے ہیں:

**لا یستعبد بعضنا بعضا** ہمارے یہاں ایک دوسرے کو غلام بنانے کا قاعدہ نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے صرف اس لیے حضرت عمرؓ کی اطاعت سے انکار کیا کہ اس کو خیال ہوا کہ حضرت عمرؓ نے تقسیم غنیمت میں اپنا حصہ عام مسلمانوں سے زیادہ لیا ہے۔

منصور بڑے جاہ وجلال کا خلیفہ تھا۔ ایک شخص نے جب اس پر قاضی کے یہاں دعویٰ کیا تو معمولی آدمیوں کی طرح اس کو مدعی کے برابر قاضی کے سامنے کھڑا ہونا پڑا۔ اسلام کے زیر سایہ جو قومیں رہیں ان کو بھی ہر قسم کے مذہبی اور ملکی حقوق حاصل رہے، اس تفصیل کے بعد کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اسلام نے مساوات حقوق پر عمل نہیں کیا۔